خم تہی گشت و نماندہ صاف درد — درد باقی بہر مست و مضطرب
چونکہ تاریخ و مہ سال وصال — از دل پر درد خود کردم طلب
سر ز جیب بے خودی بر کرد و گفت — روز ہشتم بود از ماہِ رجب
سال ۱۲۲۹ھ

ۓ تکملہ سیر الاولیا، ص ۱۵۳

تفسیر مظہری

تمام عربی مدرسوں کتب خانوں اور عربی جاننے والے اصحاب کے لئے بیش بہا تحفہ

ارباب علم کو معلوم ہے کہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی یہ عظیم المرتبہ تفسیر مختلف خصوصیتوں کے اعتبار سے اپنی نظیر نہیں رکھتی لیکن اب تک اس کی حیثیت ایک گوہر نایاب کی تھی اور ملک میں اس کا ایک قلمی نسخہ بھی دستیاب ہونا دشوار تھا۔

الحمد للہ۔ سالہا سال کی عرقریز کوششوں کے بعد ہم آج اس قابل ہیں کہ اس عظیم الشان تفسیر کے شائع ہو جانے کا اعلان کر سکیں، اب تک اس کی حسب ذیل جلدیں طبع ہو چکی ہیں جو کاغذ اور دیگر سامان طباعت و کتابت کی گرانی کی وجہ سے بہت محدود مقدار میں چھپی ہیں۔ آخری جلد زیر کتابت ہے۔

ہدیہ غیر مجلد جلد اول تقطیع ۲۲×۲۹/۸ سات روپے جلد ثانی سات روپے جلد ثالث آٹھ روپے، رابع پانچ روپے، خامس سات روپے، سادس آٹھ روپے، سابع آٹھ روپے، ثامن آٹھ روپے،

کل قیمت ۸ جلد ۵۸ء

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ

از

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

(بسلسلۂ گذشتہ)

"جمہور متکلمین اشاعرہ اور معتزلہ دونوں ہی کی طرف یہی خیال کتابوں میں منسوب کیا گیا ہے" (عقد الجید صفحہ ۱۱)

مسئلہ کو سمجھاتے ہوئے ارقام فرمایا ہے کہ

ان اختلافات کی مثال ایسی ہے جیسے حدیثوں میں آیا ہے کہ

أُنزِلَ القُرآنُ عَلَىٰ سَبعَةِ أَحرُفٍ قرآن سات (یعنی بہت سے) حروف پر نازل ہوا ہے

آخر ہم قرآنی الفاظ کی قراءتوں کی مختلف شکلوں کو جیسے صحیح سمجھتے ہیں اجتہادی مسائل کے اختلافات کے ہر پہلو کو صحیح قرار دینے میں کیا دشواری پیش آئے گی،

بہرحال سلف سے خلف تک کتابوں میں بھی لوگ لکھتے چلے آئے ہیں، اور اول سے آخر تک مسلمانوں کی فہم عمومی کا عملی مذاق بھی یہی رہا ہے، تقلید تو کوئی شبہ نہیں لوگ کسی ایک امام کی ہی کرتے رہے ہیں، لیکن احترامی تعلقات اجتہاد و تفقہ کے سارے ائمہ کے ساتھ نفوس نے مسلسل باقی رکھے ہیں۔ سب ہی کو قبولانِ حق اور دین کے راست باز پیغمبر کے وفادار بزرگوں میں شمار کرتے رہے ہیں۔

لیکن بایں ہمہ اس کا اعتراف بھی واقعہ کا اعتراف ہوگا، کہ خاص حالات کے زیر اثر کبھی کبھی مسلمانوں پر ایسے خفقانی دورے بھی پڑے ہیں، جن میں دیکھا گیا ہے کہ روح سے بے تعلق ہو کر ایک دماغوں کا کوئی طبقہ یا گروہ دین کے صرف بیرونی خط و خال نوک پلک کے سنوارنے پر بے جا اصرار کر رہا ہے۔ غلو میں بڑھتے ہوئے اس حد تک پہنچ گیا کہ عام مسلمانوں کے لئے اس گروہ کا وجود باعثِ فتنہ و فساد، افتراق و شقاق بن گیا۔ نہ جاننے والے عموماً اس کی ذمہ داری فقہی اختلافات کے قصوں کے سر تھوپ دیتے ہیں۔

حالانکہ سچ پوچھئے تو ہر آبادی میں کچھ لوگ ایک خاص قسم کے نفسیاتی مرض، اور ذہنی روگ کے شکار ہوتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ قدرتِ حق سے کہیں کسی سرکاری ملازمت کے حاصل کرنے میں مثلاً کامیاب ہو گئے تو ان کی زندگی سمٹ سمٹا کر اسی ملازمت اور ملازمت کے قصوں میں کھپ جاتی ہے سرکاری ملازم کے جو فرائض ہیں۔ کہ وقت پر کچہری میں آدمی حاضر ہو، خدمت جو اس کے سپرد کی گئی ہے، دیانت، دامانت کے ساتھ اس کے حقوق ادا کرے، لیکن ظاہر ہے کہ کچہریوں کا ملازم صرف کچہریوں کا ملازم ہی نہیں ہوتا وہ اپنے بچوں کا باپ بھی ہے۔ بیوی کا شوہر بھی ہے، عزیزوں اور قریبوں کا رشتہ دار بھی ہے، سوسائٹی کا ایک فرد بھی ہے، الغرض کچہری کی زندگی کے سوا اور بھی بیسیوں شعبوں سے اس کا تعلق ہے، لیکن مذکورہ بالا نفسیاتی روگ کے بیماروں کی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ ان کی ملازمت دفتر کی کرسی اور میز تک محدود نہیں ہوتی۔ بلکہ اپنی بیوی بچوں میں بھی سرکاری ملازمت کا شعور ان کا گلا پکڑے رہتا ہے، ملنے جلنے والوں کے سامنے بھی وہ سرکاری ملازم کے سوا اور کسی شعور کو اپنے اندر نہیں پاتے، جاگتے بھی ہیں، تو اسی تصور کے ساتھ کہ حکومت کا میں عہدہ دار ہوں، اور سوتے بھی ہیں تو اسی خیال کے ساتھ سوتے ہیں الغرض زندگی کا کوئی لمحہ اس احساس سے ان غریبوں کا خالی نہیں ہوتا، اکثر و بیشتر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کے لوگ درحقیقت اپنی ملازمت کے حقیقی فرائض کی تکمیل سے قاصر ہوتے ہیں، آخر دفتر کے باہر بھی جو سرکاری ملازم ہی بنا رہے گا، تو دفتر کے اندر پہونچ کر نئے فرائض کا شعور اس میں نہ ابھرے اور اندر پہونچ کر بھی وہ باہر رہے، تو اس قسم کی ذہنیت کا انجام عام حالات میں یہی ہونا بھی چاہیے۔

مذکورہ بالا نفسیاتی مرض کے مریضوں کا ذہنی رشتہ کسی وجہ سے مذہب یا دین کے ساتھ جب قایم ہو جاتا ہے تو اس کے تماشے بھی عجیب ہوتے ہیں۔ اچانک اپنے ہم مذہب افراد کی عمومیت سے دیکھا جاتا ہے، کہ اچک کر باہر ہو گیا، جو کچھ سب مانتے ہیں وہی وہ بھی مانتا ہے، جو کچھ سب جانتے ہیں وہی سب کچھ وہ بھی جانتا ہے لیکن اس نفسیاتی بحران کے زمانہ میں چشم و ابرو کے ہر اشارہ سے یہی ظاہر کرتا ہے کہ دین اور دینیات کے سوا نہ اس کے اندر کچھ باقی رہا ہے اور نہ باہر، حرکت ہو یا سکون، نشست ہو یا برخواست، ہر حال میں ایسا معلوم ہوتا ہے اور شاید دوسروں کو وہ یہی معلوم بھی کرانا چاہتا ہے کہ براہ راست خدا سے اسی کا تعلق قایم ہے، مذہب کے واحد

جاگیردار اور دین کے تنہا ٹھیکہ دار کی شکل میں اپنے آپ کو نمایاں کرتا ہے اپنے متعلق طرح طرح کی خوش فہمیوں میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے۔

شاید اسی قسم کے نفوس، اور ان کے نفسیاتی مرض کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے، تاریخ دمشق میں ابن عساکر نے ان ہی کے حوالہ سے یہ قول ان کا نقل کیا ہے،

اقوام يظهر عليهم سرعة الانتساب الى الله تعالى عند الحوادث و نزول الاحكام فقال ابعد الناس عن الله من يدعى الانتساب والقرب واكثرهم اليه اشارة امقتهم عنده (تاریخ ج ۲ ص ۴۲)

کچھ لوگ ہوتے ہیں جن کو دیکھا جاتا ہے کہ عالم میں جو حوادث پیدا ہوتے ہیں، یا احکام الٰہی جاری ہوتے ہیں ان کو خدا کی طرف منسوب کرنے میں سب سے زیادہ پیش پیش نظر آتے ہیں (ابو سعید نے ان کا ذکر کرکے کہا) جو خدا کی طرف اشارہ کا، اور خدا سے نزدیک ہونے کا مدعی ہو وہی سب سے زیادہ خدا سے دور ہے، خدا کے غصہ کا سب سے زیادہ شدید وہی ہے جو سب سے زیادہ (ہر بات میں) اسی کی طرف اشارہ کرتا ہوا دکھائی دے۔

شاید اسی ممقوت و مبغوض طبقہ کے انہماک کو دیکھ کر مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ

"تم مچھروں کو چھانتے ہو اور اونٹوں کو نگلتے ہو"

ہندوستان میں بھی پچھلے دنوں زوالِ حکومت کے بعد مسلمانوں پر آفات و مصائب کے جو پہاڑ ٹوٹے ان دنوں میں اور تو جو کچھ ہوا سو ہوا، ساتھ ہی اسلام اور مسلمانوں کی رسوائی کی بعض ناگوار صورتیں اس شکل میں جو پیش آئیں، کہ مسجدوں میں دنگے ہو رہے ہیں، جوتے چل رہے ہیں، گتھم گتھی ہو رہی ہے، ایک دوسرے کو معمولی معمولی باتوں پر مسجدوں سے نکالنے پر اصرار کر رہا ہے، بسا اوقات بے غیرت مسلمانوں کو اپنے دینی مسائل کے جھگڑوں میں انگریزی حکام کے سامنے فیصلہ طلب کرنے کے لئے حاضر ہونا پڑا دینِ اسلامی کے اختلافی مسائل کے استعمال کی یہ ایک بدترین شکل تھی جو دین کے متعلق اسی قسم کے نازک حساسات والوں کے غلط طریقۂ عمل کی پیداوار تھی۔

اسلام کی روح اور دین کے مغز سے بے گانہ ہو کر صرف اسی پر لڑ رہے تھے کہ گو آہستہ آمین کہنا بھی حدیثوں سے ثابت ہے لیکن زیادہ قوی حدیثوں سے ان کا دعوی تھا کہ زور سے آمین کی آواز کا منہ سے نکلنا بھی بہتر ہے، یا بجائے ناف یا زیر ناف کے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھا خیال کرتے تھے کہ زیادہ اچھا ہے، رکوع میں جاتے ہوئے یا اس سے اٹھتے ہوئے کوئی... دونوں ہاتھوں کو نہ اٹھائے تو وہ بھی کہتے تھے کہ اس کی نماز ہو گئی تاہم اٹھانا ہاتھوں کا کہتے تھے کہ زیادہ ثواب کا کام ہے، یہ سب کچھ ماننے کے باوجود ان ہی چند مسئلوں میں جو قل غپاڑے ہوئے، ہنگامے مچائے گئے، جگ ہنسائیاں ہوئیں وہ بڑی دردناک داستان ہے۔ فقہی اختلافات کے غلط استعمال کی یہ بڑی ہولناک تاریخی مثال ہے۔

اور گو اب یہ جوش و خروش رفتہ رفتہ ٹھنڈا پڑتا چلا جا رہا ہے، لیکن دین کے صحیح احساس کا نتیجہ شاید ہم اس کو کبھی قرار نہیں دے سکتے، وہ تو جو کچھ ہو رہا تھا دینی احساس کی شدت کا نتیجہ تھا، اور اب جو کچھ دیکھا جا رہا ہے، دینی احساس سے بے گانگی کی یہ پیداوار ہے، جیسے جیسے مغربی تمدن کا اثر جاگزیں ہوتا جا رہا ہے دین کے فروعی مسائل تو خیر دور کی چیزیں ہیں، خود اصل دین سے ہی لوگ بے تعلق ہوتے چلے جا رہے ہیں خدا ہی جانتا ہے کہ اس کا آخری انجام کیا ہوگا۔ زوالِ حکومت کی چوٹ سے کچھ چونک پیدا بھی ہوئی تو اس چونک اور تنبیہ کا رخ، اختلافی مسائل کی طرف پھر گیا، ادھر سے رخ کچھ مڑا بھی ہے تو خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ اصل دین ہی کا قصہ (العیاذ باللہ) ختم نہ ہو جائے۔

بہر حال کہنا یہ چاہتا تھا کہ بجائے خود اندرونی اختلافات کے ان قصوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے، البتہ کبھی سبک دماغوں کے اس طبقے نے ان کو بھیانک اور حد سے زیادہ خوفناک بنا دیا۔ جیسا کہ پچھلے دنوں ہندوستان کے مسلمانوں میں زوالِ حکومت سے پیدا ہونے والی بے چینیوں کے سلسلے میں دیکھا گیا تھا، لوگ حیران تھے کہ اچانک یہ ہوا کیا۔ جو حاکم تھے وہ محکوم بن گئے، جن کا سب کچھ تھا ان کا کچھ باقی نہ رہا، پھر کچھ تو مذہب کے ان ہی فروعی مسائل کے سلجھانے میں مشغول ہوئے شاید ان کا احساس تھا کہ ان مسائل سے غفلت کی سزا مسلمانوں کو قدرت کی طرف سے دی گئی ہے لیکن سلجھانے کی ہر کوشش مسائل کو الجھاتی ہی چلی گئی بعضوں نے فقہ کے ساتھ حدیثوں کے قصہ کو بھی اسی لئے ختم کر دینے کا تہیہ کیا اور دعوت دینے لگے کہ

عذاب الٰہی کے ازالہ کی کوئی شکل اس کے سوا نہیں ہے، کہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ کی کتاب پر مسلمانوں کو جمع کر دیا جائے مگر عمل کا جب وقت آیا تو جو ہونا چاہئے تھا وہی ہوا یعنی اللہ کی کتاب کے ساتھ اپنے اوپر بھی جمع کرنے والے مسلمانوں کو جمع کرنے لگے، قرآن کے ساتھ ضروری قرار دیا گیا کہ قرآن سمجھانے والوں کے دماغوں اور بھیجوں پر بھی ایمان لایا جائے

اسی سلسلہ میں بعض نے تو قرآن کے ساتھ ساتھ خود اپنے اوپر ہونے والی وحیوں پر بھی ایمان لانے کی دعوت حکومت سے محروم ہونے والے مسلمانوں کو دینے لگے، کھوئی ہوئی حکومت کے ملنے کی واحد شکل یہی قرار دی گئی کہ محمد رسول اللہ کی وحی کے ساتھ جدید نئی وحی کی روشنی حاصل کی جائے۔ گویا محمدؐ رسالت ناکافی ٹھہرائی گئی یہی خفقانی دورہ تھا، جو مختلف شکلوں میں دلوں اور دماغوں پر پڑتا رہا، اور یہ سب جو کچھ بھی ہوا، ان ہی لوگوں کے ہاتھوں ہوا، جو عام مسلمانوں کے مقابلہ میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی اختصاصی رشتہ کے مدعی بن بیٹھے تھے۔ دین کی جاگیرداری اور مذہب کی ٹھیکہ داری کا دعوٰی کسی نہ کسی وجہ سے ان کو لگ گیا تھا۔ اسی کے ساتھ تاریخ ہی کی شہادت یہ بھی ہے کہ قصداً و ارادۃً فروعی اختلافات کے ان نقوش کو چھیڑ کر کبھی کبھی ناواقف غریب مسلمانوں کے اندر اپنا الو سیدھا کرنے کی نکوہیدہ کوششیں بھی کی گئیں، بات بتنگڑ بنی، تل بڑھا کر مسہ بنا دیا گیا جو کچھ نہ تھا، قرار دیا گیا کہ وہی سب کچھ ہے۔

یوں ائمہ اجتہاد کے ماننے والوں کو ٹکڑیوں میں بانٹ بانٹ کر اپنی شکم پروری کا سامان بھی ماننا چاہئے کہ بعض سیاہ سینہ افراد نے کیا۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ افتراق کی جو شکلیں مسلمانوں کے اندر زوالِ حکومت کے بعد پیدا ہوئیں۔ ان میں بھی شکمی کاروباروالوں کا ہاتھ تھا یا نہیں، بلکہ عرض کر چکا ہوں میرا خیال یہی ہے کہ زیادہ تر یاس نفسیاتی روگ کی پیداوار ہے، جس کا بدقسمتی سے اس زمانہ میں دین ہی سے تعلق قایم ہوگیا تھا۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ اس جھمیلے میں شکمی عیارانِ شاطر بھی شریک ہوگئے ہوں۔

بہرحال ہندوستان میں دینی جھگڑوں کے یہ تماشے جو دیکھے گئے، دین کے صحیح احساس پر اس کی بنیاد یقیناً قایم نہ تھی۔ اب خواہ تہ میں ان کے وہی نفسیاتی مرض ہو، یا شکمی تقاضے پوشیدہ ہوں۔ تاہم یہ بھی قطعاً بہتان اور افترا ہے کہ بانٹنے والوں نے مسلمانوں کو کلیۃً فقط اپنے پیٹ میں کچھ ڈالنے کے لئے بانٹا تھا بلکہ کہہ سکتا ہوں کہ اکثریت اس جرم سے اپنا حسن ظن تو یہی ہے کہ عموماً بری اور پاک تھی،

لیکن پیٹ کے لئے ناواقف مسلمانوں کو کسی بانٹا نہیں گیا ہے۔ یہ بھی کلیتہً درست نہیں ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے ایک بڑے فہیم و زکی، عالم بیدار مغز سیاح علامہ مقدسی ہیں، انھوں نے سیاحت کے بعد سفر کی یادداشتوں کو ایک کتاب کی شکل میں مرتب بھی کر دیا تھا۔ کتاب یورپ میں طبع ہو کر شائع بھی ہو چکی ہے، اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے، کہ سارے اسلامی ممالک جن میں مقدسی گھومے ہیں، وہاں کے مسلمانوں کے دینی رجحانات کا بھی تذکرہ کرتے چلے گئے ہیں۔

خراسان میں جب پہونچے تو لکھا ہے کہ

"حنفی مسلمانوں کو دیکھا کہ ان کو لوگ یہاں معتزلہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور شافعیوں نے اپنے آپ کو صدقیہ کے نام سے مشہور کیا ہے۔"

آگے ان ہی کا بیان ہے کہ

بینھما عصبیات یحراق فیھا الدماء ویدخل بینھما السلطان ص ۳۲۶ (حنفیوں اور شافعیوں میں) لاگ ڈانٹ کے تعلقات میں بسا اوقات اسی سلسلہ میں خون ریزیاں بھی ہوتی ہیں، حکومت کو دخل اندازی کی ضرورت ہوتی ہے

خراسان کے شہر سرخس میں پہنچے تو پایا کہ حنفیوں کو یہاں "رحمیہ" کہتے ہیں اور شافعیہ اپنے آپ کو اہلیہ کہتے ہیں۔ آئے دن ان میں مذہبی جھگڑے ہوتے رہتے ہیں۔ ہرات میں بھی یہی تماشہ انھوں نے دیکھا۔ حد یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں بھی مقدسی نے لکھا ہے کہ میں نے دیکھا کہ

"وہاں کے جزارین (قصابوں) اور خیاطین (درزیوں) میں خوب جھگڑے ہوتے ہیں۔ قصابوں کی پارٹی سنی بن کر لڑتی تھی اور درزی شیعہ بن کر ان پر چڑھائی کرتے تھے۔" ص ۱۰۲

عرب ہی کے مقام یمامہ میں پہنچے، تو لکھا ہے کہ

"وہاں دیکھا کہ قصابوں کی ٹولی الگ ہے، اور بدوؤں سے ان کی لاگ ڈانٹ چلی جاتی ہے (دینی جھگڑے بڑھتے ہوئے اس نوبت کو پہنچ چکے ہیں کہ جانبین نے ان لوگوں نے بٹوارہ کر لیا ہے، جب کوئی مسافر باہر سے ان کے پاس آتا ہے تو کہتے ہیں کہ ان دونوں فرقوں میں سے جس کے پاس تمہارا جی چاہے

ٹھہر سکتے ہو، ورنہ پھر یہاں سے نکل جاؤ۔" ص۱۰۲

بصرہ میں بھی بیان کیا ہے کہ

"شہریوں کو بھی ان ہی مذہبی قصوں کے سلسلے میں لوگوں نے بانٹ رکھا ہے، آپس میں لڑتے رہتے ہیں اور اطراف نواح کے قصبوں، دیہاتوں سے بھی لوگ ہر ایک کی مدد کے لئے آتے ہیں۔"

کتاب تو اس وقت میرے پاس نہیں ہے، لیکن یاد آتا ہے کہ معجم البلدان میں "رے" جس کے کھنڈروں کے پاس آج کل طہران کا شہر آباد ہو گیا ہے۔ اسی "رے" کے ذیل میں لکھا ہے کہ

"حنفیوں اور شافعیوں کو اس شہر میں لڑایا گیا۔ اور اتنا لڑایا گیا کہ برابر دیہاتوں اور قصبوں سے اپنی اپنی پارٹی کی حمایت کے لئے جرگے آتے رہتے تھے۔ اتنی خونریزیاں ہوئیں کہ بالآخر "رے" کا اکثر حصہ ویران و برباد ہو کر رہ گیا۔"

لیکن ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے فروعی اختلافات سے ناجائز اور قطعاً ناجائز نفع اٹھانے کی یہ ناپاک کوششیں تھیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں قصابوں، درزیوں، بدوؤں یا اسی قسم کے بے چارے عامیوں، ناواقفوں کو بے وقوف بنا کر کام نکالنے والے اس زمانے میں بھی کام نکالتے تھے اور آج بھی اس راہ میں کامیابی کے لئے عوام کے ان ہی طبقات کو تاکا جاتا ہے ورنہ جہاں کے مسلمان پڑھے لکھے صاحبِ فہم و بصیرت تھے ان ہی مورخین کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حریفوں کی وہاں نہیں چلتی تھی۔ خود مقدسی نے اس کی مثالیں بکثرت پیش کی ہیں۔ قیروان جو کسی زمانہ میں افریقہ کا سب سے بڑا مرکزی شہر لاکھوں لاکھ کی آبادی والا تھا۔ مقدسی نے وہاں کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

"اس شہر میں حنفی بھی ہیں، اور مالکی بھی جن میں کسی قسم کی کوئی کشمکش اور جھگڑے نہیں سب ایک دوسرے کے ساتھ محبت و الفت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔" ص۲۲۵

جس سے معلوم ہوا کہ "مذہبی اختلافات" میں بجائے خود فتنہ و فساد شقاق و نفاق کے جراثیم پوشیدہ نہیں ہیں، بلکہ بھرنے والوں کا جب جی چاہتا ہے، یا ضرورت محسوس ہوتی ہے تو ان میں بھی باہر سے زہر بھر دیتے ہیں اسی جہاں گرد، جہاں بیں سیاح نے ایک موقعہ پر بڑی دلچسپ تجربہ کی عبرت آموز خبر دی ہے، بلخ کے متعلق

یہ لکھ کر کہ

"اس شہر کو مذہبی جھگڑوں سے دیکھا کہ پاک ہے"۔

آگے وہی اطلاع دیتے ہیں کہ

وبہا عصبیات غیر المذاھب	لیکن بجائے مذہب کے، وہاں غیر مذہبی تعصبات کا
وکذالک فی جمیع البلدان	زور ہے اور اسی طرح تمام شہروں میں کسی نہ کسی قسم
عصبیات ط ۳۳	کا تعصب پایا ہی جاتا ہے۔

یہ بڑے پتہ کی بات ہے، اور یہی واقعہ ہے، عرض کر چکا ہوں کہ بنی نوع انسانی کے افراد میں وحدت کے ساتھ کثرت اور اختلافات کے پہلوؤں کا پایا جانا، ایک ناگزیر قدرتی واقعہ ہے۔ لیکن اختلاف کے ان پہلوؤں کے استعمال میں آپ کو اختیار ہے، چاہے فتنہ وفساد کے بھڑکانے میں ان کو استعمال کیجئے، چاہے گلہائے رنگ رنگ کو زمینتِ چمن قرار دے کر ان سے منافع حاصل کیجئے۔

سادہ دلوں کا ایک گروہ باور کئے ہوئے ہے کہ سارے جھگڑے مذہبی اختلافات ہی سے پیدا ہوتے ہیں جن کے ختم کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں یعنی یا تو دنیا کو مذہب اور دین کے عنصر سے کلیتۃً خالی کر دیا جائے اور یہ ممکن نہ ہو سکے، تو دنیا کو جنت بنانے کی ایک شکل احمقوں نے یہ تجویز کی ہے کہ زمین کے ہر حصہ کو کسی خاص دینی فرقہ کا وطن بنا دیا جائے۔ جب یہ ہو جائے گا تو شاید خود بھی یہی باور کئے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی باور کراتے پھرتے ہیں کہ آئے دن کے جھگڑوں، رگڑوں سے ہمیشہ کے لئے فرصت ہو جائے گی۔

"احمقوں کی جنت" صحیح معنوں میں اگر مالیخولیا کی کوئی شکل ہو سکتی ہے تو شاید یہی تجویز ہو سکتی ہے آپ دیکھ چکے کہ ایک ہی مذہب کے ماننے والوں کو بھی جب بآسانی مختلف ٹولیوں میں بانٹ دیا جا سکتا ہے، اور ایک فرقہ کو لے کر دوسرے فرقہ کے سروں پر ٹپکنے والے بہ سہولت تمام ٹپک سکتے ہیں۔ تو آخر "ایک مذہب" کی صحیح تعریف کیا کی جاتی ہے، جب حنفیوں کو شافعیوں سے لڑایا جا سکتا ہے ایک کا خون دوسرے کے ہاتھوں بہانے میں بھی کامیابی حاصل کرنے والے کامیابی حاصل کر چکے ہیں تو آخر "دینی وحدت" کا ایسا قالب کون بنا سکتا ہے جس میں قطعاً کسی اختلاف کی سرے سے گنجائش باقی نہ رہے،

پھر جو مذہب کو ختم کر کے انسانوں کے باہمی اختلافات کے قصوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں، مقدسی نے تو کئی سو سال پہلے دیکھا تھا کہ "جہاں مذہبی تعصبات نہ تھے، وہاں غیر مذہبی عصبیتوں کی بنیاد پر لوگ آپس میں الجھے ہوئے تھے" لیکن ہم تو اپنی آنکھوں سے آج دیکھ رہے ہیں۔ ہماری صدی ہی اسی تماشے میں گذر رہی ہے، کہ ایک ہی دین، ایک نبی، ایک کتاب، کے ماننے والے بلکہ ایک ہی رنگ، تقریباً ایک ہی نسل والے ٹھہر ٹھہر کر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے ہیں، لاکھوں ہی نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں مقتولوں کی فہرستیں مسلسل بنتی چلی جا رہی ہیں، تقسیم کے لئے معمولی معمولی حیلہ تراش لیا جاتا ہے، آخر جب کالے رنگ کے چہرے والوں کو اجلی کھال والوں سے رنگ کے اختلافی پہلو کو ابھار کر ٹکرا دیا جا سکتا ہے تو کسی زمانہ میں پستہ قد والوں کی ایک صف بنا کر دراز قد والوں سے یا چھوٹے کان والوں کو بڑے کان والوں سے بھڑا دینے کو آپ عجیب بات کیوں سمجھتے ہیں؟ زمین کے فرضی و وہمی حدود کو وطن کا نام دے کر جب عوام کو کٹوایا جا رہا ہے تو اس قصے کو گھروں اور پلنگوں تک کیوں نہیں بڑھایا جا سکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یوں مذہب اور دین سے کسی کا دل بیزار ہو تو پھر یہ دوسری چیز ہے، لیکن لڑائی جھگڑوں کا الزام مذہب کے سر منڈھنا کہ سارے دنگے جھگڑے مذہب سے پیدا ہوتے ہیں اور اسی الزام کو لگا کر سرے سے مذہب ہی کے ختم کر دینے کا وسوسہ جن دلوں میں پیدا ہو رہا ہے، ان کو [illegible] کے ذرا واقعات پر نظر رکھتے ہوئے رائے قائم کرنی چاہیے،

دوسروں سے تو کچھ کہنے کا مجھے حق نہیں لیکن مسلمانوں سے کہنا ہے کہ کم از کم ان کے لئے تو مذہبی اختلافات کی نوحہ خوانیاں قطعاً بھلی نہیں معلوم ہوتیں۔

مقدسی نے اپنی اسی کتاب میں مذہبی اختلافات کے قصوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کوفہ کے ایک پرانے بزرگ عمرو بن مرہ کا ایک بڑا پُر مغز بیان درج کیا ہے، خلاصہ جس کا یہ ہے کہ ایک شخص عمرو بن مرہ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ جناب والا میرا عجیب حال ہے، اب تک مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں شریک ہو ہو کر الگ ہوتا رہا ہوں، ہر فرقہ اپنی تائید میں قرآن ہی سناتا ہے میں تو ان مذہبی جھگڑوں سے تنگ آگیا ہوں۔ بتائیے کہ آخر میں کروں کیا؟

عمرو بن مرہ نے کہا کہ اے شخص سن! تو نے مسلمانوں کے مذہبی اختلافات کا ذکر کیا، میں پوچھتا ہوں تو جواب دیتا جا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور جو کچھ اللہ کے پاس سے لائے سب سچ ہے
کیا مسلمانوں کا اس میں اختلاف ہے؟ جواب دیا گیا نہیں۔
قرآن خدا کی کتاب ہے، کیا مسلمانوں کا اس میں اختلاف ہے؟ نہیں۔ پانچ وقتوں کی نمازیں فرض ہیں
کیا مسلمانوں کا اس میں اختلاف ہے؟ نہیں۔ کعبہ مسلمانوں کا قبلہ ہے کیا اس میں اختلاف ہے؟ نہیں
کیا رمضان کے مہینے میں روزے فرض ہیں اس میں اختلاف ہے؟ نہیں
بیت اللہ کا حج مسلمانوں پر فرض ہے کیا اس میں اختلاف ہے؟ نہیں
زکوٰۃ فرض ہے اس میں اختلاف ہے؟ نہیں
جنابت (ناپاکی) سے پاک ہونے کے لئے غسل کرنا فرض ہے کیا اس میں اختلاف ہے؟ نہیں
الغرض ابن مرہ مسلسل یوں ہی سوال کرتے جاتے تھے اور جواب میں پوچھنے والا بے چارا نہیں نہیں کہتا رہا
تب عمرو بن مرہ نے کہا کہ

"دیکھو بھائی مسلمانوں کا جن مسائل پر اتفاق ہے، محکمات یہی ان ہی کو کہتے ہیں ان کو پکڑو اور اختلافی مسائل میں زیادہ غور و خوض کی ضرورت نہیں، ان کی نوعیت متشابہات کی ہے۔"

اور آخر میں وصیت کی،

"اہل کتاب کے بعد دین مسلمانوں کے سپرد کیا گیا، ہمارے پہلوں نے یعنی صحابہ نے دین کو جس شکل میں مانا اور برتا بس ان ہی کا طریق کار اور ان ہی کا شیوہ اختیار کرکے مطمئن ہو جانا چاہئے۔
المقدسی نے ابن مرہ کے اس بیان کو نقل کرکے ایک قاضی صاحب کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ جن جن لوگوں سے میں اب تک ملا ہوں۔ ان میں سب سے زیادہ اثر پذیری ان ہی سے ہوا،
ان کی مجلس میں فروعی اور فقہی اختلافات کا ذکر چھڑا تو میں نے دیکھا کہ قبلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہی فرمارہے ہیں:-

من صلی هذه القبلة فهم اخواننا	اس قبلہ کی طرف رخ کرکے جو نماز پڑھتے ہیں وہ ہمارے
المسهون ص ۳۶ احسن التقاسیم	مسلمان بھائی ہیں۔